

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ط
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (القرآن ٥٦: ٣٣)

أَوَّلُ الْخَيْرَاتِ

(مع اعراب وترجمة)

المصنف

العالم الجليل السيد محمد عبد الغفور خان الناهي رحمة الله عليه
(ناظم امور مذهبي پائنگاه خورشيد جاہی حیدرآباد دکن)

المترجم

مولانا محمد عبد الستار خان استاذ اللغة العربية بالجامعة العثمانية
خليفة محدث الدکن مولانا ابوالحسن السيد عبد الله شاه النقشبند القادري قدس سره

الناشر

الدكتور محمد افسر الحق الدهلوی مساعد الماهر سابقا
في علم الهوام والحشرات بالمعهد الهندي للتحقيقات الزراعية بدلهي الجديدة

الطابع

”نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چارمینار حیدرآباد دکن، الهند“

١٣٨٤ھ / ١٩٦٤م

گزارش

شد مصفی جمال استفتاح
شد منقی کمال استنجاح

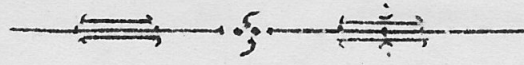
اداء الخیرات کی پہلی اشاعت مصنف علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر محمد عبدالمعید خاں صاحب صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ و ناظم دائرۃ المعارف العثمانیہ نے سنہ ۱۳۸۵ھ میں فرمائی تھی۔ اسکے لئے موصوف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے عشاق کی جانب سے ہدیہ شکر کے مستحق ہیں۔ اس کے بعد یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ غیر عربی داں شایقین کے لئے اس کو اعراب اور ترجمہ کے ساتھ شائع کیا جائے۔ بحمد اللہ اب اس کی دوسری اشاعت اعراب و ترجمہ (اردو) کے ساتھ اہل شوق احباب کے لئے پیش ہے۔ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا معجزہ ہے کہ بڑی کسمپرسی کے عالم میں جناب ڈاکٹر محمد افسر الحق صاحب دہلوی نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کا نقش ثانی تشنگانِ محبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے پیش کر دیا۔ اردو ترجمہ مولانا محمد عبید اللہ خاں صاحب لکھنؤ نے بڑی جانفشانی سے کیا ہے۔ مجلس نشر و اشاعت کتاب ہذا اس اشاعت دوم اور ترجمہ کے لئے امت محمدیہ علی صابہا الف الف تہنۃ کی جانب سے ناشر اول و دوم اور مترجم صاحب کی ممنون و شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مبارک کام کو قبول فرما کر امت مسلمہ میں اس کتاب کو عام فرمائے اور اس کے برکات سے سب کو سرفراز کرے۔ آمین۔

منجانب

مجلس نشر و اشاعت کتاب ہذا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش کش



یہ کتاب اوائل الخیرات (نیکیوں کی ابتدا)
اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کے آخری رسول
خاتم النبیین والمرسلین رحمۃ للعالمین
حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ احید مرتضیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کی خدمت قدس بابرکت میں پیش کرنے کی سعادت دارین حاصل کرتا ہوں!
یقیناً آپ زندہ ہیں روحانی طور پر اور جسمانی طور پر بھی!
یقیناً آپ کی ذات باصفات حشرچہ ہدایت آجکل بھی ہر ملک کے لئے
اُسی طرح جس طرح چودہ سو سال پہلے عرب میں تھی
اور ہمیشہ رہے گی!

افسر ابن اشرف الہندی

میری زندگی کا اہم ترین واقعہ !

۱ کائنات کے خالق اللہ تعالیٰ کے نور کی زیارت

۲ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی زیارت

۳ اللہ کے ولی کامل حضرت السیدنا علیؑ کی زیارت

الافسر علیہ السلام تعلیم خود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

(اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہو) (القرآن ۹۳: ۱۱)

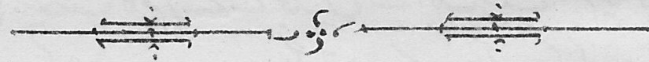
میری زندگی کا اہم ترین واقعہ

ڈاکٹر محمد افسر الحق دھلوی

ایم ایس سی (علیگ) ایسوس ایس ای آر آئی - پی ایچ ڈی (نئی دھلی) ایف ایس ایس آئی -

سابق اسسٹنٹ سسٹمیٹک انٹامالوجسٹ، ڈویژن آف انٹامالوجی

انڈین اگریکلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، نئی دھلی



جے بلاک، مکان ۳۷۲، نیورا جند رنگر

نئی دھلی

۶ - دسمبر ۱۹۶۳ء - ۶

شبیر احمد قریشی صاحب نے انڈین اگریکلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نئی دھلی سے
دو سال ہوئے ایم ایس سی (زراعت) کا امتحان پاس کیا اور اپنے وطن بنگلور واپس چلے
گئے۔ وہاں حسب سابق زراعتی کالج میں نوکری شروع کر دی۔ نئی دھلی میں میرا اور ان کا دو
سال تک ساتھ رہا۔ اگرچہ میرا شعبہ زراعتی حشرات
لازمی (Agricultural Entomology) تھا اور ان کا اناجوں و

وفصلوں (Agony) کا اور میں ڈاکٹر ٹیٹ کا طالب علم تھا اور وہ ماسٹر ٹیٹ کے مگر کچھ بھی اچھا خاصا ملنا جانا ہو گیا۔ ہم دونوں اپنے اپنے شعبوں میں تحقیقاتی کاموں میں دن رات مصروف رہتے تھے مگر ہر مہینہ کچھ نہ کچھ دقت ایک دوسرے کے ساتھ گزارنے کے لئے نکال لیا کرتے تھے۔ منجھڑ واپس جانے کے بعد وہ وقتاً فوقتاً مجھے خط لکھتے مگر میری طرف سے کبھی پابندی سے ان کا جواب نہیں دیا گیا۔ کچھ عرصہ پہلے انھوں نے اطلاع بھیجی کہ ان کا انتخاب ہو چکا ہے اور وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ جانے والے ہیں۔ وہ ۶ دسمبر کو دہلی پہنچ رہے ہیں اور میرے پاس ہی قیام کریں گے۔ اور ۲۱ دسمبر کو امریکہ کے لئے اڑ جاویں گے۔ آج ان کے آنے کا دن تھا۔

میرا فلیٹ دوسری منزل پر تھا۔ ان کے پہنچنے سے پہلے میں نے اپنے کمروں کو اور ان کے اطراف کے صحن کو دھلوا دیا اور صاف کر دیا۔ چھت اور دیواروں کی گرد کو جھڑوایا کمروں میں فرنیچر کو ٹھیک طریقہ سے جمایا تاکہ آنے جانے میں رکاوٹ نہ ہو۔ ڈرینگ ٹیبل پر تمام چیزیں ایک خاصہ وضع پر ترتیب دیں تاکہ نگاہوں کو بھلی معلوم ہوں۔ دو بستر علیحدہ علیحدہ بچھا دیئے اور سفید چادریں اوڑھادیں۔ تکیوں پر نئے دھلے ہوئے غلاف منڈھ دئے۔ کتابیں سب ایک جگہ کر دیں۔ قریشی کیلئے لکھنے کی نیز علیحدہ کر دی۔ یہ سب کام کرنے کے بعد میں نے ایک عجیب کام کیا جو اس سے پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ یعنی اگر بتیاں خرید کر لایا اور بہت ساری اگر بتیاں ایک ساتھ جلا کر کمرہ میں مختلف جگہ لگا دیں۔ تھوڑی دیر میں کمرہ خوشبوؤں سے بھر گیا۔ دروازے اور کھڑکیاں بند کر دیں تاکہ خوشبو خوب گہری ہو جاوے اور ہر جگہ بس جاوے۔ یہ سب کام میں نے آہستہ آہستہ اور دیکھ بھال کے کیا، کافی محنت کی اور بہت دقت لگایا۔ یہ سب کرنے کے بعد جب میں نے ایک آخری نظر کمروں میں ڈالی تو مجھے محسوس ہوا کہ میرا فلیٹ اس سے پہلے اتنا صاف ستھرا اور دیدہ زیب کبھی نہ دکھائی دیا تھا اور اندر کا ماحول اتنا دلآویز اور پرکشش کبھی نہ ہوا تھا! اگر بتیوں کی خوشبو گہری اور دل و دماغ پر فوری اثر کرنے والی بن گئی تھی۔

بظاہر یہ سب کام میں جنوبی ہند کے رہنے والے اپنے عزیز دوست شبیر احمد قریشی کے لئے کر رہا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ بعض پوشیدہ طاقتیں یہ سب اہتمام مجھ سے کروا رہی تھیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ آج کی رات ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہونے والا تھا۔ ایسا واقعہ جو میری زندگی کے رخ کو

پلٹ دینے والا تھا۔ آج کی رات دواغلی ترین روعیں — دواہم ترین شخصیتیں میرے مکان میں قدم رنجہ فرمانے والی تھیں اور یہ سب صفائی ستھرائی اور انتظام و انتظام اکھی کے استقبال کے لئے تھا۔ اس راز سے میں قطعاً ناواقف تھا اور اس کا پتہ مجھے بعد میں جا کر چلا۔ قریشی صاحب تاریخ مقررہ تشریف لائے اور میں نے ہاتھ کے ایک زوردار جھٹکے سے قریشی صاحب سے مصافحہ کیا اور استقبال کیا۔ گرم جوشی میں ہم دونوں بھگتے ہوئے۔ میں انھیں اندر لے گیا اور ہم ایک دوسرے کی خیر و عافیت دریافت کرنے لگے۔ کمرہ کی وضع قطع خوش سلیقگی اور ترتیب دیکھ کر قریشی صاحب کے تھکے ہوئے چہرہ پر اطمینان کے آثار پیدا ہوئے اور وہ آرام سے پلنگ پر بیٹھ گئے۔ ہم نے ایک دوسرے سے تھوڑی دیر بات چیت کی ہی تھی کہ جناب اسلام دین صاحب آگئے۔ اسلام دین ہمارے انسٹیٹیوٹ کے ایک معمولی پیش کار کے لڑکے تھے عمر کوئی بیس سال ہوگی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے علم کا شوق دیا تھا محنت کر کے ایم ایس سی پاس کر لیا تھا اور ادب شعبہ امراض و نبات (Myecology and plant pathology) میں ریسرچ اسٹنٹ کی حیثیت سے تین سو روپے ماہوار کما رہے تھے۔ ان مصر کے دارالسلطنت قاہرہ میں پی ایچ ڈی کرنے کے لئے ایک اسکالرشپ بھی مل گیا تھا اور وہاں جانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے وہ قریشی صاحب کے لئے ایک نئی رضائی لائے تھے تاکہ جب تک وہ دہلی میں رہیں انھیں جاڑے میں تکلیف نہ ہو۔ دہلی کے جاڑے بہت سخت ہوتے ہیں۔ اور خصوصاً دسمبر اور جنوری کی سردی تو مشہور ہے۔ ہم لوگ پُر مسرت انداز میں بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ رات کے نو بج گئے۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ وہ میرے ساتھ رات کے کھانے کے لئے قریب ترین سندھی ریسٹوران میں چلیں مگر ان دونوں نے جواب دیا کہ وہ پہلے ہی فارغ ہو چکے ہیں۔ بادل ناخواستہ میں اکیلا ہی کھانے کے لئے چلا گیا۔ جب میں واپس آیا تو اسلام دین تو جا چکے تھے اور قریشی آرام سے بستر میں گھسے ہوئے کوئی پمفلٹ پڑھ رہے تھے۔ ہم دونوں نے پکھنکھو جمیڑ دی۔ ان کے ہندوستان سے امریکہ کا سفر اور امریکہ کی آنے والی مصروف زندگی! گیارہ بجے رات تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب ہمیں تھکن محسوس ہوئی تو میں نے دروازہ بند کیا بتی گل کی اور چند ہی لمحوں میں نیند نے ہمیں اپنی آغوش میں لے کر بے خبر کر دیا۔

میں ایک دم بیدار ہوا اور میں نے آنکھیں کھولیں۔ رات کا اندھیرا انتہائی گہرا خوفناک اور

سرد تھا۔ تین بجے کا وقت تھا شاید۔ میں تھوڑی دیر خاموش دم سادھے لیٹا رہا۔ یکایک میں نے محسوس کیا کہ میں غیر معمولی طور پر گرم ہوں۔ دل کی دھڑکن کی طرف غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی تیز چل رہی ہے۔ ماحول کا اندازہ لگانے کے لئے تھوڑا وقت اور خاموشی سے گزر گیا۔ نبض کی رفتار میں اضافہ ہو گیا۔ مجھے بے چینی ہونے لگی۔ میں نے بائیں طرف کروٹ بدلی۔ تھوڑی دیر بعد پھر دائیں طرف کروٹ لی۔ آخر کار پیٹھ کے بل چیت لیٹ گیا اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ اس طرح کئی بار کیا مگر بے چینی میں کمی نہ ہوئی۔ نبض کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ میرے پیٹ میں بھی چھین ہونے لگی۔ اب مجھ سے بستر پر نہ لیٹا گیا، میں نے حاف مٹایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اوئی سوٹر بیٹا۔ اوئی چھجے دار ٹوپی پہنی جو کانوں اور گلے کو ڈھانکتی تھی مغلرے کے اطراف لپیٹا اور دروازہ بہت آہستگی سے کھولا تاکہ قریشی کی گہری نیند میں خلل نہ ہو اور باہر صحن میں جو کہ دوسری منزل کی چھت پر تھا آگیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ دہلی شہر پر نظر ڈالی۔ چاروں طرف دیکھا۔ ہر طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔ کوئی آواز نہ تھی، کسی حرکت کا پتہ نہ چلتا تھا۔ صرف سڑکوں کی روشنیاں تھیں جو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں جن سے شہر کی موجودگی کا پتہ چلتا تھا۔ میں تھوڑی دیر گوگو کی حالت میں کھڑا رہا۔ محسوس کیا کہ میری بے چینی میں اور اضافہ ہو رہا ہے۔ میں پھر باہر کھلی چھت پر آگیا۔ یکایک شدت کی پیاس لگنے لگی۔ فوری ایک گلاس ٹھنڈا پانی پیا جو برتن میں برف ہو رہا تھا۔ میرا پورا جسم گرم تھا اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اور زیادہ گرم ہوا جا رہا تھا۔ یہ گرمی میرے فہم سے باہر تھی۔ میں نے اپنی اوئی ٹوپی اتاری اور مغلرے سے الگ کیا۔ دونوں چیزیں کمرے کے اندر چھینک دیں۔ اس خیال سے کہ شاید ٹھنڈی ہوا سر اور گلے کو لگے گی تو گرمی کم ہوگی تھوڑی دیر گزر گئی۔ مگر گرمی کم نہ ہوئی۔ میں نے اپنا سوٹر بھی اتار دیا اور پھر گرم بنیان بھی اور دونوں کمرے کے اندر چھینک دیئے۔ اب صرف ایک سوتی قمیص اور سوتی پاجامہ پہنے ہوئے تھا۔ دو تین جکر چھت کی لمبائی چوڑائی میں لگائے۔ ہاتھ اور پاؤں خوب پھیلا پھیلا کر چلا تاکہ ٹھنڈی ہوا خوب ہر طرف لگے اور گرمی معتدل ہو جائے اور مجھے سردی لگنے لگے۔ مگر سب بے سود۔ جسم کی گرمی آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ میں نے گرم موزے بھی اتار دیئے اور جو تباہی الگ کر دیا اور اب ننگے پاؤں ہو گیا ٹھنڈی ٹھنڈی سرد چھت گرم گرم پاؤں بڑھ چلی گئی۔ اب میں ننگے پاؤں ٹھلنے لگا۔ دسمبر کا جاڑ ادہلی میں اپنے شباب پر تھا اور ہوا کے تھپڑے چاقو کی طرح گوشت کو

دو انسان میرے سامنے ہو ا میں معلق ایستادہ !

ایک پُر عظمت انسان کو میں فوراً پہچان گیا وہ حضرت امیر الملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری تھے میرے روحانی پیشوا جو میری سیدھی جانب تھے۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ ایک انتہائی ہمت و فرس مسکراہٹ جس میں انتہا درجہ کی شفی و تسکین تھی۔ اُن کے بدن اطہر پر وہی لباس تھا جو وہ معمولاً پہنا کرتے تھے۔

”سفید بڑا عامہ، لمبا ڈھیلا گھٹنوں کے نیچے تک سفید کرتا، پنجابی شلوار — ایک سفید شال
کنڈھوں پر لپٹی ہوئی تھی۔“

دوسری پرانوار شخصیت ان کی داہنی طرف تھوڑے فاصلہ پر قیام پذیر تھی (یعنی میرے آگے
بائیں جانب) — ایک انتہائی نمایاں، ایک انتہائی لامثال، ایک انتہائی پر اثر،
ایک انتہائی چمکدار، ایک انتہائی متاثر کرنے والی، ایک انتہائی فراموش نہ ہونے والی،
ایک انتہائی روشن، ایک انتہائی خاص الخاص،
انسان کے خیالات جذبات احساسات اور دل و دماغ و روح کو ہمیں کرنے والی،
ایک انتہائی عجیب و غریب اور زبردست شخصیت جو میری زندگی میں میری نگاہوں
کے سامنے پہلی مرتبہ ظاہر ہوئی !!!

وہ اپنے مقدس جسم پر ایک سیاہ عبا پہنے ہوئے تھی جو شانوں سے قدیموں تک تھا۔
اُن کا الوہیت کی پاکیزگی میں ڈھلا ہوا چہرہ مہر نور، ایک سیاہ نقاب میں ڈھکا
ہوا تھا۔ اُن کا قدم توسط تھا ان کا جسم بھرا ہوا تھا۔ اُن کا چہرہ اگر چہ کہ نقاب میں
چھپا ہوا تھا مگر اتنا روشن تھا کہ روشنی کی شعاعیں نقاب کے باہر صاف صاف
آ رہی تھیں اور اطراف کے اندھیرے ماحول کو جگمگا رہی تھیں۔ وہ ایک انتہائی
پُر وقار اور پُر عظمت ہستی تھی جو میری نگاہوں کے سامنے سے گزری !!!

دونوں بلند بالا ہتھیاں میری طرف دیکھ رہی تھیں، میری حالت کا مشاہدہ فرما رہی تھیں!

ان دو انتہائی اعلیٰ دارفع ہستیوں کے علاوہ ایک انتہائی عجیب و غریب ”چیز“ میرے پاس
الفاظ نہیں ہیں کہ میں ”اُس“ کو بیان کروں، مجھے کبھی ایسے الفاظ نہیں مل سکیں گے کہ میں ”اُس“ کی تعریف کر سکوں
یا ”اُس“ کی صحیح کیفیت بیان کر سکوں۔ اور اب جبکہ میں ”اُس“ کے بارے میں لکھ رہا ہوں، میرے ہاتھوں میں
رشتہ ہو رہا ہے۔ میرا جسم کانپ رہا ہے اور پسینہ پسینہ ہو رہا ہے، دل بری طرح دھڑک رہا ہے۔ میرا

دماغ جل رہا ہے، خیالات پھٹ رہے ہیں، اسی طرح جس طرح آتش گیر مادے سلگتے اور پھٹتے ہیں اور میں ایک زبردست خوف محسوس کر رہا ہوں، پورا وجود خوف سے معمور ہے، ”محض اس“ کے خیال ہی سے۔ ”محض اس“ کے بارے میں ایک مختصر اور سرسری اظہار ہی سے ایک انتہائی خوفناک ڈر محسوس ہو رہا ہے جو — میرے وجود کی بنیادوں کو ہلا کر ریزہ ریزہ کر رہا ہے، یعنی: —

دونوں مقدس انسانوں کے بیچوں بیچ مگر دور بہت دور آسمانوں پر افلاک کی گہرائیوں کے کسی نامعلوم مقام، کسی نامعلوم نقطہ سے آتی ہوئی —
”ایک عجیب اور ان گنت یار عجیب و غریب اور حیرت انگیز مافوق الفطرت مافوق الانسانیت، مافوق القدرت، مافوق الکائنات، مافوق الموجودات — نور — وقفہ وقفہ سے اپنی چندھیادینے والی اور پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کر دینے والی چمک کو گھٹاتا اور بڑھاتا ہوا — جلوہ گر ہے۔“

میں ”اس“ نور کی تجلی کی تاب نہ لاسکا اور فوراً ہی ہوش ہو گیا۔

میں کب تک بے ہوش رہا مجھے نہیں معلوم۔ مگر جب ہوش آیا تو میں باہر کی دیوار کے قریب پڑا ہوا تھا۔ جب اوسان کچھ ٹھکانے لگے تو میں نے محسوس کیا کہ میا دل بدستور تیزی سے حرکت کر رہا ہے، بدستور آگ کی لپٹیں وقفہ وقفہ سے دل سے نکل رہی ہیں اور جسم کے ہر حصہ کے ایک ایک رونگٹے تک پہنچ رہی ہیں جسم آگ کی طرح پھٹک رہا ہے۔ آنکھوں میں انتہائی درد ہو رہا ہے اور وہ جل رہی ہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے پیوٹوں کے اندر آگ کے ڈلے رکھ دیئے ہوں۔ میں کھڑا ہوا اور کھلی چھت پر آیا، بریلے پانی کے دو گلاس بھر کر اپنے حلق میں اونڈیلے اور گہرے گہرے سانس لینے شروع کئے تاکہ آکسیجن کی زیادہ سے زیادہ مقدار پھیپھڑوں میں جائے اور طمانیت اور تازگی پیدا کرے صحن میں ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر تیز تیز چلنا بھی شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر اسی طرح کرتا رہا۔ پھر دروازہ کھولا اور کمرہ میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے بتی جلائی اور پھر قریشی کو اٹھایا۔ قریشی اٹھ بیٹھے اور میری طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی مجھ سے پوچھا کہ کیسی طبیعت ہے؟ میں نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ تھوڑی دیر بعد خود اُن سے ہی پوچھا کہ وہ کیا مشاہدہ کر رہے ہیں؟ انھوں نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا کہ میری آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو گئی ہیں ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ ان سے خون باہر نکل رہا ہے اور یہ کہ آنکھیں موٹی ورم آلود ہو کر اپنے حلقوں سے باہر نکل پڑی ہیں یہ بڑی دہشت ناک خبر تھی۔ اس سے میں کانپ گیا۔ اس حالت سے میں اُس وقت تک بے خبر تھا۔

میں نے اُن سے کسی بات کا تذکرہ نہ کیا سوا اس کے کہ مجھے دل کا دورہ پڑا ہے۔ انھوں نے کمرے بدلے گرم سوٹ پہنا اور ہم دونوں گھر سے نکل کر باہر ٹرک پر لگے۔ ٹیکسی اسٹینڈ گئے تاکہ ٹیکسی لے کر کسی ڈاکٹر کو دکھانے جا سکے مگر جاڑے کی شدت کی وجہ سے کوئی ٹیکسی والا چلنے کو تیار نہ ہوا۔ سب اپنی اپنی ٹیکسیوں میں لفافوں میں پڑے سو رہے تھے۔ مجبوراً ہم شکر روڈ پر ٹہلنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح ہوئے لگی۔ میں مستقل بے چین رہا میرا دماغی توازن بگڑ چکا تھا اور حالت انتہائی خطرناک اور پیچیدہ ہو گئی تھی۔ ہم فلیٹ واپس آئے جو کھلا پڑا تھا۔ صبح آٹھ بجے سورج کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ میں نے کپڑے بدلے اور قریشی سے معذرت کر کے فوراً باہر نکل آیا۔ ایک اسکوٹر گپڑی اور اپنے مربی اور مہربان جناب مجتبیٰ حسن زنجانی صاحب سے ملنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد روڈ کی طرف روانہ ہوا۔ جناب زنجانی صاحب مرکزی حکومت میں ایک بڑے عہدہ پر فائز تھے اور میری ان سے ایک عرصہ سے واقفیت تھی۔ مجھ سے بڑی مہربانی سے پیش آتے تھے اور کئی بار مجھے نیک اور محقول مشورے دیئے تھے اور مدد کی تھی۔ میں نے ان سے دل کے دورے کا ذکر کیا۔ میرا بیان سن کر کہا کہ میں فوراً پرانی دہلی میں محلہ بلی ماران جاؤں اور ڈاکٹر شکر داس مہرہ سے ملوں اور ان کا نام بتا کر ڈاکٹر کو اپنی حالت دکھاؤں اور ان کی دوا استعمال کروں۔

ڈاکٹر مہرہ ایک سیدھا سادھا چھریسے بدن کا سیدھے قد کا آدمی تھا۔ عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی اس کی شخصیت معمولی سی تھی اور وہ ایک پرانی وضع کا انسان دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے میرا پورا حال سنا اور ختم لکھ کر مجھے دیدیا۔ پھر دوسری طرف مشغول ہو گیا۔ میں نے اس کی دکان سے دوا نہ لی بلکہ انیس عمر اور ریاض عمر سے ملنے ان کے گھر گیا جو قریب ہی رہتے تھے۔ راستہ میں ایک اور ساتھی عبداللہ مل گئے۔ میں نے ان سب سے دل کے دورہ کی شکایت کی۔ اگرچہ میرا دل بیٹھا ہوا تھا اور رات کے واقعات اور دل کی بیماری کی وجہ میں بہت پریشان تھا، طبیعت انتہائی افسردہ اور خیالات و جذبات انتہائی پتھرہ تھے مگر ریاض عمر اور عبداللہ دونوں کی صورتوں سے کسی قسم کے اچنبھے اور حیرت کا اظہار نہ ہوتا تھا اس کے برخلاف ان دونوں نے مجھے یہ بتایا کہ ان کو یہ یقین نہیں آسکتا کہ مجھے دل کا کوئی خطرناک دورہ پڑا کیونکہ میرا چہرہ جب معمولی سرخ و سفید اور صحت مند تھا بلکہ پہلے سے زیادہ تابناک اور روشن دکھائی دے رہا تھا اور ایسی تابناکی روشنی اور صحت مندی کہ اس سے پہلے تھوٹے

بکھی نہ دیکھی تھی۔

یاد رکھتے کے قابل بات یہ ہے کہ میرے پیر مرثدا میر الملت حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ سال پیشتر ۱۹۵۱ء میں اپنے ابدی آرام گاہ کی طرف تشریف لے جا چکے اور اس دنیا میں موجود نہیں۔ آپ کا مزار شریف موضع علی پور سیداں ضلع ساکھوٹ مغربی پنجاب پاکستان میں بارہ سال سے مرجع عوام و خواص ہے۔

نئی دہلی۔
۸ مئی ۱۹۶۵ء

اس واقعہ کے بعد میری زندگی میں تغیر عظیم پیدا ہوا بولنا چالنا گھٹ گیا اور میں گم سم رہنے لگا طبعیت عبادت کی طرف جھکنے لگی طہارت اور نماز چھوڑے ہوئے برسوں گزر چکے تھے۔ عیرین کی نمازیں بھی ترک تھیں۔ غیر مذہبی لوگوں اور غیر مسلموں کی برس پارس کی صحبت میں بالکل اٹھی جیسا بن گیا تھا۔ ڈاکٹریٹ کے کورس کے دوران امریکن اور جرمن پروفیسروں کے ساتھ بہت وقت گزارا تھا کیونکہ راکے فیلڈ وڈز آف امریکہ (Rockefeller Foundation of America) کے دولت مند ادارے انڈین ایگریکلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی (Indian Agricultural Research Institute, New Delhi) جدید یونیورسٹی پورٹ گریجویٹ اسکول (post-graduate school) کے وقت کئی کرڈو روپے کے مہرزے ایک قائم کیا تھا جس میں ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی کی اعلیٰ تعلیم علم زراعت کے مختلف شعبوں میں دی جاتی تھی اور کثرت امریکن جرمن اور فرانسیسی ماہرین سائنس اس میں کام کر رہے تھے اور میں بھی اٹھی کے ساتھ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کے لئے سائنٹیفک تحقیقات میں معروف تھا مگر طبعیت اس طرف سے اجاڑ رہے تھی اور میری دلچسپی زراعتی سائنس سے کم ہونے لگی۔ سب سے پہلا کام تو یہ ہوا کہ باطہارت رہنے لگا اور اکادمی کا نماز بھی شروع کر دی۔ ایک دن دہلی کی جامع مسجد گیا اور وہاں نمازیوں سے مل کر نماز کے فرض و سنت و نوافل کے متعلق پوری تفصیلات معلوم کیں اور پابندی سے روزانہ پانچ وقت کی نماز شروع کر دی اس سے کچھ اطمینان نصیب ہوا۔

میں قبروں پر جانا اور گزرے ہوئے آدمیوں کو یاد کرنا بہت برا خیال کرتا تھا۔ یہاں تک کہ قبرستان کی طرف نگاہ ڈالنا بھی میرے نزدیک گناہ عظیم تھا۔ مگر اب نہ معلوم کیوں یہ عادت بدلنے لگی اور کچھ دنوں بعد میں نے بزرگان دین کے مزارات کی زیارت شروع کر دی چھٹی کے بعد علی الصبح دن بھر کا کھانا ساتھ رکھ کر نکل جاتا اور کسی بزرگ کے مزار کے قریب خاموش اور اکیلا بیٹھ کر سدا دن گزار دیتا۔ اس طرح کے بعد دیگرے میں دہلی کے تمام مشہور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جو میرے جدا مجد ہیں) حضرت خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صوفی سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ حضرت ہرے پھرے صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مشکے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر باقاعدگی کے ساتھ گیا اور راستوں سے جان پہچان پیدا کر لی جب میں کسی بزرگ کے مزار کے متصل بیٹھ جاتا اور اپنی آنکھیں بند کر لیتا تو مجھے بڑا ہی سکون ملتا اور بے انتہا اطمینان نصیب ہوتا۔ اس سکون و اطمینان کا اندازہ مجھے اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا اور میں مستقل غور و فکر میں رہتا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ مگر کوئی صحیح جواب نہ مل سکا۔ یہ ایسا سکون تھا کہ میں نے غنیمت کے بڑے بڑے استحضارات پاس کیے، جائیداد کے مقدموں میں بڑی بڑی کامیابی حاصل کی اور کئی کئی سو اور کئی کئی ہزار روپے مجھے ایک وقت میں وصول ہوئے اور حکماء و فضلا و سائنس دانوں کی صحبت میں بڑے بڑے کام انجام دیے مگر ایسی خوشی ایسی تشفی اور ایسا دلی و روحانی سکون مجھے کہیں نہ ملا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے اور میرے ساتھ ایسا کیوں ہونے لگا ہے۔ میں مستقل سوچ میں پڑ گیا۔ اس دوران میں یہ مستقل کھوج لگی رہی کہ وہ بزرگ و برتر ہستی جو میرے پیر و مرشد حضرت سید جاعت علی شاہ محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دکھائی دی تھی وہ کون تھی؟ وہ لائق صدا احترام اور لائق ہزار انتظام شخصیت جن کی پاک توجہ میری طرف منحطف ہوئی تھی اور جو مجھ غریب ادنی و کمتر کے قریب تشریف لائے تھے وہ کون تھے؟ یہ خیال مستقل دامنگیر تھا، ہر دن ہر گھنٹہ ہر جگہ اور بعض مرتبہ جب میں اکیلا ہوتا اور میری سوچ گہری ہوتی تو انھیں یاد کر کے، ان کی خاموش شان و شوکت زبردست تکنت، مغلوب کر ڈالنے والے وقار، دل و دماغ و روح کو ماؤف کر دینے والی وضع قطع، پوشیدہ اور پراسرار شخصیت کا خیال کر کے میری آنکھوں سے خود بخود آنسو بہنے لگتے۔

”وہ تینوں زندہ ہستیاں“ کتنی دیر تک میرے سامنے رہیں؟ کتنی دیر تک میں
 ”اُن“ کے انوار کی زد میں رہا؟ یقیناً بہت ہی تھوڑی دیر تک میں ”اُن“ کو دیکھ سکا
 بہت تھوڑی دیر میں ”اُن“ کی آہ و تاب کی تاب لا سکا؟ یہ سوالات میرے وجود کو زیر و زبر کر
 رہے تھے۔ حیرت و تعجب کی ایک گہری اور مہیب چادر میرے ہوش و حواس متعلک کیے دیتی تھی۔
 میرے ماموں جناب مسلم احمد نظامی بڑے پکے مزاری ہیں ان کی دوکان ”کتب خانہ
 ندیریہ“ اردو بازار علاقہ جامع مسجد دہلی میں ہے۔ یہ کتابوں کے بڑے کامیاب بیوپاری ہیں۔
 اور شمس العلماء رڈ پٹی حافظ ندیر احمد رحمن بجنوری شم دہلی کے پوتے ہیں۔ جناب حافظ ندیر احمد صاحب
 کا قرآن شریف کا اردو ترجمہ مشہور ہے اور کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ میرے ماموں حضرت
 سلطان الاولیا نظام الدین محبوب الہی رح کے بڑے پکے ماننے والے ہیں اور اپنے آپ کو اسی
 نسبت سے ”نظامی“ لکھتے ہیں۔ ہر ہفتہ بڑی پابندی سے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ بہت وقت
 بستی نظام الدین میں گزارتے ہیں۔ گھنٹوں مزار شریف کے اطراف سنگ مرمر کے
 حجرہ میں آنکھ بند کیے مراقب رہتے ہیں کبھی ادب سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کبھی
 مزار شریف کے کھڑے کے اطراف دیوانہ وار چکر لگاتے ہیں۔ نذر نیا نہ بڑے اہتمام سے کرتے
 ہیں۔ انھوں نے آں بزرگ کی کتابوں کی اشاعت بھی کی ہے۔ میں اُن کی دوکان میں
 کئی بار جا کر بیٹھا اور ان کی کتابوں کا تفصیلی جائزہ لیا۔ دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اُن
 بزرگوں کے حالات پڑھوں جن کے مزارات پر میں پابندی سے حاضری دینے لگا ہوں چنانچہ
 اولیائے ہندوستان ”سیرۃ الاولیا“ تذکرہ اولیا، اور اس طرح کی کئی کتابیں ان کی دوکان
 میں نکالیں اور وہیں بیٹھ کر پڑھیں۔ گھنٹوں صرف کرنے لگا۔ روزانہ دفتر سے نکلتا اور پٹیل نگر
 سے دہلی کی مشہور اکیس نمبر کی بس میں بیٹھتا اور چالیس منٹ صرف کر کے دریا گنج اترتا، یا
 اڈورڈ پارک یا لال قلعہ اور سیدھے ان کی دوکان کا رخ کرتا دوکان پہنچتے ہی کتابیں ہنتا
 اور بزرگان دین کی زندگیوں کا مطالعہ شروع کر دیتا رات کو دوکان بند ہونے تک مطالعہ جاری
 رکھتا چنانچہ مجھے کئی نئے نئے الفاظ معلوم ہوئے: تصوف، صوف، صوفیا، سلوک، علم ظاہری
 علم باطنی، کشف کرامات، خرق عادات، جذب، کیفیات وغیرہ اب میں نے ان الفاظ کے

معنی و مفہوم کی تلاش شروع کر دی۔ اردو بازار کی ہر دوکان کو چھان مارا اور کئی کتابیں خرید ڈالیں۔
 حیات حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلویؒ، تذکرہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ، سوانح حضرت نظام الدین مجددیؒ
 اُس زمانے میں بعض بزرگوں کے حالات میں میں نے پڑھا کہ انھوں نے خواب میں حضرت
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے باتیں کیں اور آپ نے اُن کو ہدایات دیں جن
 ان کے مسئلے حل ہوئے اور مشکلات رفع ہوئیں۔ یہ پڑھ کر مجھے بڑا اچھا ہوا۔ کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا سے پردہ کیے ایک ہزار سال سے زیادہ ہو گئے تھے جس مقدس شخصیت کو دنیا سے کچ
 کیے سینکڑوں سال گزر چکے ہوں اور عالم بالا کی طرف پرواز فرما چکے ہو کیا اُن کے لئے یہ ممکن ہے کہ
 دنیا میں کسی انسان کے خواب میں آ کے اس کی رہنمائی فرما سکے؟ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟
 عربستان میں مدینہ شریف نام کا جو شہر ہے کیا اس میں آپ کا مزار شریف اور اُس پر گنبد خضر موجود
 نہیں ہے؟ جو آپ کی وفات شریف کا کھلا ثبوت ہو؟ ہاں ہے اور ضرور ہے۔ پھر یہ دوبارہ
 دنیا میں اگر ہدایت و رہنمائی دینا کیا معنی؟ یہ سوالات بار بار میرے ذہن میں بیدار ہوئے مجھے بڑی
 سخت تشویش ہونے لگی۔ ذہنی الجھنوں میں اضافہ ہو گیا تحس و تفتیش بڑھنے لگی۔
 ایک دن میں اپنے فلیٹ میں کتابوں کا کبس کھولے کتابیں دیکھ رہا تھا کہ نگاہ ایک چھوٹی سی
 مگر موٹی سیاہ جرمی جلد والی کتاب پر پڑی۔ فوراً ہاتھ بڑھا کر اٹھالی۔ پتہ چلا کہ قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے۔ فوراً
 یاد آیا کہ کئی سال ہوئے اپنے ماموں کی دکان سے سستے داموں میں لیا تھا اور پھر کبس میں رکھ کر کھول
 گیا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ حضرت حافظ فتح محمد خاں جالندھریؒ کا تھا۔ فوراً اسے صاف کیا اور
 باہر نکال لیا۔ قرآن شریف بہت دنوں تک میز پر رکھا رہا مگر مجھے فرصت نہ مل سکی کہ اُسے پڑھوں
 ایک دن دفتر سے آ کر عصر کے وقت خاموش بیٹھا بازار جانے کے لئے سوچ رہا تھا کہ یکایک میری
 زبان سے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں نکلنی شروع ہو گئیں اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ کوئی عجیب و غریب
 شخصیت میرے اطراف حاوی ہے اور میرے دل میں بھی گھسی ہوئی ہے زبان پر بھی قابض ہے
 اور مجھے حکم دے رہی ہے کہ میں قرآن پڑھوں اور اس کے حکم کی تعمیل میں میری زبان سے خود بخود
 آیتیں نکل رہی ہیں۔ میں خوف اور حیرت میں ڈوب گیا اور بڑا متفکر ہو گیا کہ
 یہ کیا نئی بات شروع ہو گئی؟ یکایک مجھے خیال آیا مجھے غیب سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ فوراً

اٹھا وضو کیا اور باہر جانے کے بجائے قرآن کریم لے کر بیٹھ گیا اور پڑھنے لگا۔ اس طرح قرآن حکیم کا ورد شروع ہوا۔ کچھ دنوں بعد میں وقتاً فوقتاً قرآن مجید پڑھنے لگا۔ عربی زبان تو نہ آتی تھی مگر آیات کے ورد کے ساتھ اردو ترجمہ پڑھنے لگا۔ عجیب و غریب چیز معلوم ہوئی اور میری دلچسپی بڑھنے لگی۔ کچھ مہینوں کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن دنیا کی انتہائی دلچسپ کتاب ہے۔ ایسی دلچسپ اور پراسرار کتاب جس تک میری نگاہوں سے نہ گزری تھی۔ ایک آیت میں جہاد کا حکم ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی دوسرے جہاد میں شادی بیاہ کی تلقین ہوتی ہے اور پھر تیسری آیت میں یکایک کسی نبی کا واقعہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں، کیا ترتیب ہے، بڑی انوکھی، بڑی نرالی، پھر کوئی واقعہ ایک جگہ مکمل نہیں ہے، چاروں طرف بکھرا ہوا ہے۔ تشنگی بڑھتی ہی جاتی ہے۔ بعض مرتبہ مجھے محسوس ہوتا کہ قرآن مجید کوئی انسان ہے، انتہائی گہرا اور پراسرار۔ عام انسانوں سے کئی لاکھ گنا زیادہ پراسرار۔ اس کے رازوں کا کوئی حد حساب نہیں اور ہر پراسرار شخصیت پرکشش ہوتی ہے۔ اور یہ ان گنت رازوں کا حامل "انسان" قرآن" تو سب سے زیادہ پرکشش ہوا! میں قرآن مبین کی بہت عزت و احترام کرنے لگا اور مجھے اس سے محبت ہو گئی۔ یہ محبت دن بدن بڑھنے لگی اور بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا کہ قرآن پڑھتے پڑھتے اس کا کوئی جملہ اتنا مجھ پر اثر کرتا کہ میں فوراً اسے اپنے سینے سے چمٹا لیتا اور بہت دیر تک چمٹائے رکھتا۔ اس سے مجھے بڑا سکون ملتا۔ اور میری محبت میں اضافہ ہو جاتا۔ بعض مرتبہ میرا دل چاہتا کہ میں اپنا سینہ کسی تیز چاقو سے چاک کروں اور اس چار اینچ لمبی، تین اینچ چوڑی اور دو اینچ موٹی، چھوٹی سی سیاہ کتاب کو اپنے سینے میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لوں۔ اس زمانے میں مجھے قرآن کی آیتوں سے زبردست ہدایت نصیب ہوئی۔ بڑے بڑے شک مٹے۔ بڑے بڑے سوالات کے جواب ملے۔ ذہن کی کھڑکیاں کھلیں، سوچنے کا راستہ صاف کشادہ اور سہوار ہوا، کائنات کی بڑی بڑی حقیقتوں کا اظہار ہوا۔ بعض آیات میری زندگی کے ذاتی مسائل کو اس خوبی سے سلجھاتیں کہ مجھے یقین ہو جاتا کہ یہ آیت میرے ہی لئے نازل ہوئی ہے۔ قرآن اپنے اندر جو امام مبین "بیان کرتا ہے تو ہو ہوا سی کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ بعض مرتبہ میں قرآن کو بے تحاشہ پیار کرتا اور اسے اپنی آنکھوں سے لگا لیتا۔ کبھی پیشانی پر رکھ لیتا اور کبھی سر پر۔ یہاں تک ہوا کہ میں قرآن کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے لگا۔ اپنے بیگ میں بند کر کے دفتر بھی لے جانے لگا۔ دفتر میں جب کبھی فرصت ملتی فوراً امام مبین "کی طرف

رخ کرتا اور کھول کر پڑھنا شروع کر دیتا۔ پھر یہ ہونے لگا کہ میں دفتری کاموں اور اپنی زراعتی سائنس کی سرچ کو پس پشت ڈالنے لگا اور کچھ دنوں بعد نوبت یہاں تک پہنچی کہ دو دو ہفتے گزر جاتے اور میں نہ دفتری کام کو ہاتھ لگاتا نہ ڈاکٹریٹ کی سرچ کو۔ تمام وقت قرآن پڑھنے میں، اس کے جملوں کے مفہوم کو سمجھنے اور آیات کے اسرار کو حل کرنے میں گزار دیتا۔ اس دوران میں میں نے پرانی دہلی کی تمام دکانوں کو چھان مارا اور اردو اور انگریزی کے جتنے بھی نسخے دستیاب ہو سکے خرید لئے۔ اردو میں حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے اور انگریزی میں جناب عبدالمجید دریابادی، جناب عبداللہ یوسف علی، جناب محمد ماراڈیوک پکھتال کے تراجم و تفاسیر۔

قرآن عظیم کی تلاوت کے دوران مجھے حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے واقعات معلوم ہوئے جو آیات کی تفسیر میں حاشیہ پر درج ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ مختصر ہوتے ہیں اس لئے تشفی نہ ہوئی اور میں نے اعلیٰ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر کئی ایک کتابیں خریدیں اور تفصیلی مطالعہ شروع کیا۔ قرآن فصیح اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سوانح اقدس کے مطالعہ سے میرے سامنے ایک زبردست حقیقت کا انکشاف ہوا اور وہ یہ کہ ”امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بے مثال انقلابی شخصیت کے مالک تھے اور ایک عالمگیر انقلابی تحریک لیگے اٹھے تھے اور یہ بھی آپ کی تحریک ہمیشہ کے لئے ہے جب تک کہ دنیا قائم ہے اور انسان دنیا میں موجود ہیں۔ اور اس تحریک کے خدوخال اور تمام تفصیلات قرآن مبلغ میں بیان کر دی گئی ہیں اور ان پر عمل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مکمل نمونہ موجود ہے۔ آپ کی زندگی کے واقعات کو جانے بغیر کوئی انسان قرآن حکیم کو نہیں سمجھ سکتا۔

قوموں کے عروج و زوال کے بارے میں جو آیات اس کلام میں ہیں ان کا مفہوم میرے ذہن میں خوب بیٹھ گیا۔ کئی بار ایسا ہونے لگا کہ جب میں صبح کے وقت اخبار پڑھتا اور دنیا کے حالات میرے سامنے آتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اس خطاب عالی مقام کے سطور کی عملی تفسیر ظاہر ہو رہی ہے۔ اس تجربہ سے میرے خیالات میں ایک نمایاں تبدیلی ہوئی۔ قرآن حکیم کی آیات کی آفاقیت بین الاقوامیت اور ابدیت کا اندازہ ہوا قرآن مجید اور قرآن حمید کی ہر آیت زندہ ہے، جیتی جاگتی ہے، سانس لیتی ہے

اپنے اندر لافانیت رکھتی ہے، انتہائی طاقت ور اور مضبوط ہے۔ اُن گنت شہ زور با علم اور غرور محولی دماغی و جسمانی طاقتوں کے مالک انسان دنیا میں آتے ہیں، اپنی ہیبت و قدرت، شان و شوکت، تکبر و غرور کا سکہ دنیا پر بٹھاتے ہیں مگر آخر کار دنیا سے ایسے چلے جاتے ہیں جیسے کبھی آئے ہی نہ تھے مگر قرآن با کمال کی ایک آیت بھی کبھی فنا نہیں ہو سکتی، پوری دنیا کے انسان مل کر بھی چاہیں تو قرآن با جلال کی ایک آیت کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کتنا عظیم المرتبت ہے یہ کلام!

میں نے اپنے رشتہ داروں اور احباب سے ملنا جلنا بہت کم کر دیا۔ صرف دفتر کے اوقات میں کسی سے ضروری بات کرنی ہوئی کر لی ورنہ نہیں۔ صبح و شام تفریح کو ٹھٹھا بھی ختم ہو گیا۔ میرے سامنے صرف دو دلچسپیاں تھیں: ایک قرآن کی حکمت اور دوسرے رسول اللہ کی سیرت۔ اس زمانے میں میرے ساتھ عجیب عجیب واقعات ہوئے ایسے واقعات جن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ میں زبانوں سے اچھی طرح واقف ہوں، ایک انگریزی دوسرا اردو اور ان پر پوری طرح حاوی ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ ان زبانوں میں وہ الفاظ موجود نہیں ہیں جن کے لئے اپنی کیفیات اور روحانی مشاہدات بیان کر سکوں۔ جو گزری سو گزری اب زبان گنگ ہے۔ حضرت بنی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے مطالعہ کے دوران مجھے آپ سے بڑی عقیدت ہو گئی جیسے جیسے آپ کی زندگی کی تفصیلات معلوم ہوتیں مجھ پر یہ انکشاف ہونے لگتا کہ آپ دنیا کی سب سے بڑی ہستی تھے۔ آپ کی شخصیت عظیم ترین شخصیت تھی جو مگر انسانیت میں وجود میں آئی اور گزر گئی۔ نہیں بلکہ اب بھی آپ دنیا کی عظیم ترین شخصیت ہیں۔ کیونکہ کوئی انسان بھی آپ سے بڑھ کر پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ رہتی دنیا تک عظیم ترین انسان رہیں گے۔ آپ مکمل ترین انسان تھے اور ایسا انسان دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کا کردار اعلیٰ ترین تھا، ایسا کردار دوبارہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ مجھے آپ سے والہانہ عقیدت ہو گئی اور یہ عقیدت اہمہ آہستہ محبت میں تبدیل ہونے لگی اور چند ماہ گزرے ہی تھے کہ والہانہ محبت پیدا ہو گئی۔ بعض مرتبہ میں یہ سوچنے لگتا کہ میں اُن کے دور میں ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ اگر جناب پیغمبر عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوتا تو آپ کی صحبت نصیب ہوتی۔ آپ کو گفتگو فرماتے ہوئے دیکھتا، آپ پر وحی نازل ہوتی ہوئی دیکھتا۔ کتنا زبردست مشاہدہ ہوتا دیگر اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح آپ کے

احکام پر عمل کرتا اور آپ پر اپنی جان قربان کر دیتا۔

کئی بار اپنے روحانی و مذہبی رہنما المحضرت القاری الحافظ الحاج پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آیا۔ آپ کو ۱۹۴۵ء میں علی پور شریف میں دیکھا تھا۔ بیچ میں سالہا سال تک آپ کو بالکل بھولا رہا۔ اب جو غور سے میں نے سوچنا شروع کیا تو مجھے یاد آیا کہ میں آپ کے ساتھ حیدرآباد و بنگلور بھی گیا تھا۔ کئی ہفتہ وہاں ٹھیرا تھا۔ ان جگہوں میں جو وقت آپ کی صحبت میں گزارا وہ سب یاد آنے لگا۔ کچھ دنوں بعد بہت سی تفصیلات میرے دماغ میں ابھر آئیں۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ میں دوبارہ اپنے پیر صاحب کے ساتھ ہوں اور وہ کچھلی زندگی کے واقعات مجھے یاد دلارہے ہیں۔ کئی بار ان کی حاضری اتنی شدت اختیار کر جاتی کہ مجھے محسوس ہی نہیں بلکہ یقین ہو جاتا کہ آپ کی روح ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے اور میرے ایک ایک کام کی نگرانی کرتی ہے۔ بعض مرتبہ خوف اور دہشت کے ہاتھ پاؤں کام کرنے سے جواب دیدیتے اور تھوڑی دیر کے لئے سکتہ سا ہو جاتا۔ ایک دن مغرب کا وقت تھا اور میں اپنے کمرہ میں پلنگ پر بیٹھا تھا۔ میرا رخ قبلہ کی جانب تھا۔ پیچھے کمرہ کی بڑی کھڑکی تھی جو کھلی ہوئی تھی اور اس کے پاس ہی بڑی منیر تھی اور دو کرسیاں۔ چاروں طرف خاموشی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ پلنگ سے اٹھوں اور کچھ کام کروں۔ اتنے میں ہوا کا ایک جھونکا آیا چند لمحوں بعد معلوم ہوا کہ یہ ہوا کا جھونکا میرے پیر و مرشد کی آمد کی وجہ سے تھا جو کھڑکی کے ذریعہ کمرہ میں تشریف لائے ہیں اور بڑی منیر کے پاس والی کرسی پر رونق افروز ہیں۔ میرا دل خوف کے مارے کانپنے لگا۔ یکایک مجھے سنائی دیا کہ وہ بہت دبی آواز سے قرآن متین کی کوئی آیت پڑھ کر مجھے سارے ہیں۔ میں نے تھوڑی دیر غور سے اُن کی آواز سنی مگر پیچھے پلٹ کر اُن کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ آیت مبارکہ مجھے یاد ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہو گئی۔ میں بہت ہی دبی ہوئی آواز سے دہرائے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھے رہے گویا یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آیا وہ آیت مجھے ٹھیک طرح یاد ہو گئی یا نہیں؟ تھوڑی دیر بعد جب اُن کو اس کا یقین ہو گیا تو جس آہستگی سے وہ تشریف لائے تھے اسی آہستگی کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد مجھے یاد آیا کہ وہی آیت ہے جو انھوں نے ۱۹۴۵ء میں بنگلور میں ایک خاص فرصت کے وقت چند خاص اشخاص کی صحبت میں

مجھے بغیر میرے طلب کے غنایت فرمائی تھی۔ وہ پورا واقعہ میری آنکھوں میں اگیا۔ وہ آیت یہ تھی:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ
 أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ
 حَثِيثًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهٖ أَلَا لَهُ
 الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ طَبَّرَ اللَّهُ رَبَّ الْعَالَمِينَ (القرآن سورہ اعراف: ۵۴)

(ترجمہ:- بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو
 چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ وہی رات کو دن سے
 ڈھانکتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور سورج و چاند اور
 ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں خبردار اس کے لئے خاص ہے
 تخلیق کرنا اور حکم دینا۔ یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔)

آیت متذکرہ کا ورد میں نے روزانہ شروع کر دیا۔ خاص خاص طرح کے حالات پیدا ہوئے
 اور عجیب عجیب پیچیدہ طریقوں سے میرے حضور امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری رہنمائی کی۔ ان
 خاص حالات اور پیچیدہ طریقوں کو روحانیت کے اسرار کے سوا اور کیا کہا جائے؟ انھوں نے
 مجھے بیعت یاد دلانی جو میں نے ان کے دست مبارک پر کی تھی اور بیعت کے حلقے یاد دلائے جو
 نماز تہجد اور نماز فجر کے درمیان رات کے اندھیروں میں اور سحر کے سناٹوں میں منعقد ہوتے تھے جن میں
 میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرتا تھا۔ اور وہ اسباق یاد دلائے جن کی تلقین وہ حلقوں میں
 فرماتے تھے۔ ایک سبق درود ہزارہ تھا جو ہمارے سلسلہ نقشبندیہ جماعتیہ میں رائج تھا اور مرید
 کو کم از کم تین سو بار پڑھنا پڑھنا تھا۔ یہ درود میں روزانہ پڑھنے لگا۔ تھوڑے دنوں میں اس کا
 اتنا عادی ہو گیا کہ جب تک تین سو بار ادا نہ کر لوں چین نہ آئے۔

اپنے محکمہ میں مجھ پر بڑا بوجھ تھا ڈاکٹریٹ کا کورس ۱۹۵۸ء میں شروع کیا تھا کئی سال گذر
 گئے تھے گڑبگڑی لٹنے میں دیر پور دیر ہو رہی تھی اسکی پریشانی اللہ تھی محکمہ میں تحقیقاتی کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ یہ دوسرا بوجھ تھا

اور پھر حکام دفتری کام بھی پڑھاتے جاتے تھے یہ سراسر جھنجھٹ تھا۔ پھر دہلی کا سیاسی و تمدنی ماحول تھا جو کسی طرح سازگار نہ تھا غرض ہر طرف بوجھ ہی بوجھ تھا سونے پر سہاگہ یہ کہ روحانی تجربات شروع ہو گئے جان ٹوٹ رہی تھی ذمہ داریاں سنبھالنے سنبھالنے تھیں مجھے دل کے دورے پڑنے لگے کئی دورے پڑے کئی بار حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس گیا اور مختلف قسم کے ٹانک اور دوائیں استعمال کرنی شروع کیں بھانے میں بھی بہت احتیاط کرنے لگا مگر دل کے دورے نہ تھے۔ دورہ کبھی ہلکا ہوتا جس کو میں سہارا جاتا کبھی شدید ہوتا جس کو میں برداشت نہ کرتا اور بالکل فرش سے لگ جاتا اس زمانے میں ایک نئی بات ہوئی ایک دن میں دن بھر بہت مصروف رہا اور بہت تھک گیا مغرب کے بعد اتنی بہت نہ ہوئی کہ کھانا کھانے باہر رستوران جانا چنانچہ فرش پر لیٹ گیا۔ پیٹ خالی تھا اس لئے تقابست بڑھ گئی۔ تھکن اور بھوک کے مشترکہ اثر سے دل کی دھڑکن تیز ہونی شروع ہوئی اور دل کا دورہ پڑا۔ تھوڑی دیر میں سنبھل نہ سکا۔ مگر پھر یکایک ایک خیال آیا۔ فوراً اٹھ بیٹھا تسبیح پاس ہی تھی اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا، آنکھیں بند کیں اور درود ہزارہ پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ مشکل سے پندرہ بار ہی پڑھا ہو گا کہ دل کی دھڑکن کم ہونی شروع ہو گئی، گرمی اور گھبراہٹ میں نمایاں کمی ہو گئی۔ اور سوتک سنبھلتے سنبھلتے بالکل بھلا چنگا ہو گیا۔ اب مجھے دل کی بیماری کا نیا نسخہ معلوم ہو گیا۔ میں نے دوائیں کھائی چھوڑ دیں، کھانے کا پرہیز ختم کر دیا اور ٹانگوں میں بھی کمی کر دی۔ جب کبھی محسوس ہوتا کہ دل کا دورہ پڑ رہا ہے تو فوراً دروازہ کھول کر ادب سے بیٹھ جاتا ٹوپی سر پر رکھ لیتا اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لیتا اور درود ہزارہ پڑھنا شروع کر دیتا۔ اس عمل سے مستقل فائدہ ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر میں نے درود کی تہاد بڑھا دی اور بے گنتی پڑھنے لگا۔

ایک رات بے وضو اور ننگے سر باہر صحن میں چیت لیٹا ہوا درود پڑھ رہا تھا کہ میری نبض تیز ہونی شروع ہوئی اور گھبراہٹ میں اضافہ ہونے لگا۔ میں فوراً اٹھ بیٹھا وضو کیا، ادب سے قبلہ رخ بیٹھ گیا، ٹوپی اوڑھ لی اور درود پھر پڑھنا شروع کر دیا اس عمل سے نبض ٹھیک ہو گئی اور گھبراہٹ چلی گئی۔ ایسا کئی بار ہوا۔ اس تجربے بار بار سوچنے پر مجبور کر دیا کہ درود پڑھتے وقت کیوں لیٹنا نہیں چاہیے، بلکہ ادب سے بیٹھنا چاہیے۔ سر پوٹو پی اوڑھنی چاہیے، باد وضو کیوں رہنا چاہیے؟ رخ مغرب کی طرف کیوں رکھنا چاہیے؟ یہ سب احتیاطیں ملحوظ خاطر رکھنے سے کیوں میری گھبراہٹ چلی جاتی ہے اور دلجمعی حاصل ہوتی ہے؟ درود شریف کا تعلق خاص حضور رسول قبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات با صفات سے ہے کیا درود آپ تک خود بخود پہنچ جاتا ہے یا فرشتے پہنچاتے ہیں؟ کیا ساتھ ساتھ آپ کو اس کی اطلاع بھی مل جاتی ہے کہ پڑھنے والا کس حالت میں ہے؟

لیٹا ہے یا بیٹھا ہے ؟ اگر بیٹھا ہے تو دوڑاؤ نہ سو کر بادب بیٹھا ہے یا کسی اور طریقہ سے بے ادب بیٹھا ہے ؟ یا وضو ہے یا بے وضو ؟ قبلہ رخ ہے یا نہیں ؟ سر پر ٹوپی ہے یا ننگے سر ہے ؟ اور پھر یہ بھی کیا آپ کو عالم بالا پر جہاں آپ مقیم ہیں اتنی طاقت میرے کہ وہاں سے بیٹھے بیٹھے اس فرد کو دیکھ لیں جو آپ پر درود بھیج رہا ہے ؟ افسوس ان سوالات کا کوئی جواب نہ مل سکا۔

ان حالات میں رہتے ہوئے کئی مہینے گزر گئے۔ ایک دن ایک انوکھے طریقہ سے

میری رہنمائی ہوئی۔ میں آنکھیں بند کئے رات کو سوٹھا ہوا آہستہ آہستہ درود پڑھ رہا تھا کہ مولا میرے سامنے وہی پر عظمت شخصیت آگئی جو اُس خطرناک اور مہیب رات کو میرے پیرومندِ شرف کے دائیں جانب تھوڑے فاصلہ پر قدم رنجہ تھی۔ میں نے غور سے دیکھا بالکل وہی تھی۔ وہی کالی عباس خانوں سے قدموں تک جس کا کپڑا بالکل انوکھی نوعیت کا تھا وہی چہرہ مبارک، وہی نقاب اور وہی متوسط بھرا ہوا جسم۔ میرا درود پڑھنا تھوڑی دیر کے لئے موقوف ہو گیا۔ اور میرے دل میں آپ کے پر وقار انداز اور آپ کی تیز نگریں ننگا ہوں کو دیکھتے ہوئے جو مجھ پر مرکوز تھیں بے پناہ عقیدت اور بے اتاہ محبت کا ایک سمندر موجزن ہو گیا۔ میں سوچنے لگا کہ یا اللہ یہ کون صاحبِ غیب سے آشکار ہوتے ہوئے عظمت و فیض و برکت و رحمت و مودّت کے شاہکار ہیں جن کی پاک توجہ میرے وجود کا ترکیب کر رہی ہے۔ اور کیوں یہ اپنی اصلیت اپنے نشان سے مجھے مطلع نہیں فرماتے؟ مجھے اسرار و اسرار میں الجھائے چلے جاتے ہیں؛ تھوڑی دیر سکون رہا اور میں نے درود پڑھنا پھر شروع کر دیا۔ جیسے ہی درود کا درد شروع کیا اسی لمحہ ان کے نقاب میں ہلکی سی جنبش ہوئی آپ کے چہرہ مبارک کے خط و خال بہت مبہم مبہم میرے سامنے جھلکے اور مجھے اندازہ ہوا کہ آپ مسکرا رہے ہیں اکدم مجھے خیال آیا کہ کہیں آپ ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوں۔ جیسے ہی یہ خیال آیا میں نے دیوانہ وار اپنے آپ کو آپ کے قدموں پر گنجا کر کرنے کے لئے اٹھنا چاہا مگر.....

میری آنکھیں کھل گئیں اور محویت ختم ہو گئی۔

اس واقعہ کے بعد سے میں نے بکثرت درود پڑھنا شروع کر دیا اور چاہنے لگا کہ میں کوئی ایسا نادر کام کروں جس سے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو جائیں اور اپنی خوشنودی کا اظہار مجھ پر فرمادیں۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں درود ہزارہ کے علاوہ اور درودوں کا در شروع کروں جو کہ

آپ کی مسرت کا موجب ہو۔ چنانچہ اردو بازار جامع مسجد گیا اور تمام دوکانوں میں گھوم کر درود شریف کی کتابوں کی تلاش کی۔ کوئی تفصیلی کتاب نہ مل سکی البتہ چھوٹے چھوٹے کتابچے بہت سے مل گئے جن میں طرح طرح کے درود لکھے ہوئے تھے۔ میں نے وہی پڑھنے شروع کر دیے اور ہمیشہ ان کو اپنے ساتھ رکھنے لگا۔ ہر حکم اور ہر وقت درود پڑھنے لگا۔ کبھی کوئی کتابچہ اور کبھی کوئی پمفلٹ۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوکانی تشریف تو کیا ہوتی تشنگی ہی بڑھتی گئی۔ سوچا کہ درود شریف کی کوئی ایسی مینسوپ کتاب مل جائے جو ہر طرح مکمل ہو اور جس کا ورد میں باقاعدہ کیا کروں۔ آنحضرت ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمیشہ یاد کرنے کا یہی طریقہ سب سے بہتر ہو سکتا ہے۔ اور آپ کی خوشی کا باعث بن سکتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس مقصد کو پانے کے لئے دہلی کا کونہ کونہ چھان مارا مگر سب بے سود ہوا۔

اس دوران میری خط و کتابت میری بھوپا اماں القاریہ الحاجہ حضرتہ قیصری بیگم صاحبہ سے شروع ہو گئی جو حیدرآباد دکن میں مقیم ہیں۔ شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی کی نواسی ہیں اور انھوں نے قرآن بسیط کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ہیں۔ بے غصہ تعالیٰ حج کیا ہے علمی ذوق و شوق ورثہ میں ملا ہے۔ بڑی صاحب قلم ہیں۔ نظم و نثر دونوں میں دخل و دسترس رکھتی ہیں۔ ہمارے پورے خاندان کی جو سہ دیاک میں پھیلا ہوا ہے سب سے زیادہ با عظمت خاتون ہیں۔ کئی کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ بڑی مذہبی اور نیک مہتی ہیں۔ بہشت و قعر نمازی اور بڑی زاہدہ و عابدہ و شب بیدار ہیں۔ اور پھر طرہ یہ کہ خاص کیفیات و مشابہات کی مالک ہیں۔ میں نے ان کو چند خط لکھے جن میں اپنی کیفیت کا اظہار کیا اور مدد چاہی۔ ان کے پاس سے بڑے محقول جواب آئے جن سے بہت سہارا ملا اور بڑی ڈھارس بندھی۔ خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کیا جس میں انھوں نے مجھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک جگہ دیکھا تھا اور اس طرح کہ آپ ایک کمرہ میں ایسے رونق افروز ہیں اور آپ کا سیدھا دست مبارک سیدھی جانب دراز ہے اور اُس کے نیچے میں بیٹھا ہوا ہوں۔ جب یہ اطلاع مجھے نصیب ہوئی تو مجھ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور عجیب و غریب اندرونی جذب و تڑپ پیدا ہوئی۔ میں رونے لگا اور کھنٹوں تک روتا رہا اسکے بعد جذب کی شدت بڑھ گئی۔ اپنے اطراف کے ماحول کے بغیر رہنے لگا عجیب کی حالت رہنے لگی اور میں اپنے اطراف کے لوگوں حتیٰ کہ سائیکلوں اور موٹروں تک کو نظر انداز کرنے لگا۔ کئی مرتبہ شکر پر

چلنے والوں سے ٹکرایا، سائیکل سواروں سے ٹکھٹیر ہوئی، اپنے ملنے چلنے والوں کو دیکھتا اور ان کو نہ پہچانتا
چند بار موٹروں اور بسوں کے نیچے آتے آتے بچا۔ مجھے ہر وقت یہی خیال دامنگیر رہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ
جو خالق کائنات و شہنشاہ موجودات ہے کے آخری نبی حضرت احمد مجتبیٰ رسول موجودات و وزیر اعظم
کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سیدھے ہاتھ کے نیچے ہوں اور بس۔ یہ احساس ترقی کرتا گیا، تڑپا گیا
اور ایک دن احساس کا جامہ چھوڑ کر یقین میں تبدیل ہو گیا۔ مکمل حقیقت بن گیا۔ اپنی پچھلی زندگی پر
نظر ڈالنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگرانی میں پرورش پائی ہے
اور بچپن میں یتیم ہونے کے بعد اور تمام مادی سہارے ٹوٹ جانے کے بعد زندگی کی بڑی بڑی مشکلات
صرف آپ ہی کی مدد سے دور کی ہیں اور آپ نے پردہ غیب سے میری اعانت فرمائی ہے اور اُس کا
اظہار اس طبعی دنیا میں آدھی زندگی گزارنے کے بعد اب شروع ہوا ہے۔

ایک دن اپنے برساتی فلیٹ میں مغرب کے بعد بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا کہ یکایک
میرے سامنے ایک ہاتھ کا سایہ دکھائی دیا۔ میں فوراً ساکت ہو گیا یہ سیدھے ہاتھ کا سایہ تھا۔ مجھے
فوراً یقین ہو گیا کہ حضرت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری پشت پر کسی اونچی جگہ رولنگ افروز ہیں
اور اپنا دست مبارک میرے اوپر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس عظیم الشان حقیقت کو بھانپ کر
مبہوت ہو گیا۔ قویٰ میں طاقت نہ رہی اور میں ایک بے بس و کمزور بچے کی طرح ہو گیا۔ ارادہ اور
عمل کی طاقت ختم ہو گئی۔ آپ نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا جس کو میں فوراً سمجھ گیا کہ کہیں
جائے کا حکم ہو رہا ہے۔ پس اٹھ کھڑا ہوا اور چلتا شروع کیا۔ جدھر جدھر آپ کا اشارہ ہوتا گیا
میں چلتا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک ایسی جگہ آیا جہاں ایک نورانی شکل کے بزرگ سفید رٹھی
ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے ہوئے مشفق انداز میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے اُن کو سلام کیا۔
وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور سلام کا جواب دیا۔ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جو فوراً انھوں نے
مجھے دیدی۔ میں نے وہ کتاب لے لی، اس کو الٹ پلٹ کے دیکھا اور اس کا نام دیرتہ نوٹ
کر لیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست راست کا اشارہ ہوا وہیں اٹھ
کھڑا ہوا۔ اُن بزرگ کو سلام کیا۔ اُن سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ واپس ہوا اور اپنے

مقام پر لگ گیا۔ جب پرچہ کو غور سے پڑھا تو لکھا تھا:۔

اول اہل الخیرات ڈاکٹر محمد عبدالمعید خاں دائرۃ المعارف حیدرآباد

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سے ارشاد فرمایا کہ یہ تیرے لئے ہے تو اسے پڑھ اور اس پر عمل کر۔ میں انتہائی خائف اور مضطرب ہو چکا تھا۔ گویائی کی طاقت ختم ہو چکی تھی۔ ختم کیا بلکہ سلب کی جا چکی تھی۔ میں نے انتہائی ادب کے جذبہ کے ساتھ آنکھیں بند کیں اور اثبات میں سر جھکا لیا۔ اس واقعہ کے فوری بعد میں نے ڈاکٹر عبدالمعید خاں صاحب کو خط لکھا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ ناچیز ادنیٰ و اہل و گنہگار کو اطلاع دی ہے کہ آپ نے کوئی کتاب اول الخیرات کے نام سے چھاپی ہے مجھے حکم ہوا ہے کہ اس کتاب کو پڑھوں اور اس پر عمل کروں اور ان سے مندرجہ بالا کتاب طلب کی۔ ان کا جواب میرے پاس آیا جس میں انھوں نے بڑی حیرت کا اظہار کیا اور لکھا کہ کتاب ابھی مکمل طور پر چھپ کر تیار بھی نہیں ہوئی ہے اور اس کی تقسیم بھی شروع نہیں ہوئی۔ اور انھوں نے میرے خواب کی تفصیل پوچھی مگر میں نے انہیں اپنا کوئی حال لکھ نہ بھیجا کیونکہ میں ان سے ناواقف تھا اور یہ کسی طرح مناسب نہ تھا ایک ناواقف انسان سے اس کے پہلے ہی خط میں اہم روحانی مشاہدہ بیان کر دوں۔ مگر مجھے ان کے حالات جاننے کا اشتیاق ضرور پیدا ہو گیا۔

کچھ دنوں بعد دفتر میں بیٹھا تھا کہ ڈاکہ ایک پارسل لے کر آیا جو کتابوں کا تھا۔ وصول کر کے جو کھولا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اتنی خوشی ہوئی کہ امریکی جرمنی انگلستان و کینیڈا سے سائنس کے جدید ترین اہم ریسرچس (Research) اور کتابیں وصول ہونے پر بھی کبھی نہ ہوئی تھی۔ ایسا محسوس ہوا کہ ایک خزانہ ہاتھ آگیا۔ میرے جواہرات سونے چاندی کڑوڑوں روپے کا۔ فوراً چھپا لیا۔ کسی کو نہ دکھایا۔ شام ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ پانچ بجیں اور میں اپنے ڈیسک ٹنٹ کے قید خانہ سے چھوٹوں اور گھر جاؤں اور اول الخیرات کا مطالعہ کروں۔ یہ معلوم نہ تھا کہ اول الخیرات کس قسم کی کتاب ہے اور اس میں کیا لکھا ہے۔ غرض جوں توں کر کے پانچ بجے اور میں فوراً وہاں سے نکل کر گھر آیا۔ کپڑے تبدیل کئے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی پھر چائے پی

اور تازہ دم ہو گیا۔ سورج غروب ہونے لگا مغرب کی نماز پڑھی اور ——— اوائل الخیرات کھولی۔ کھولتے ہی ان عظیم المرتبت، روشن ضمیر، علم باطنی کے فاضل، مشاہدات روحانی میں کامل اور عشق رسول کے حامل بزرگ سے متعارف ہوا جو "محمد عبد الغفور خاں النامی" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی واسم گرامی سے موسوم کئے جاتے ہیں، کتاب کے مصنف۔ ڈاکٹر محمد عبد الباقی خاں کا التماس تو پڑھ لیا۔ بعد ازیں جب مصنف کے مقدمہ کو شروع کیا تو حقائق کی یگانگت، حالات کی متوازنیت اور مشاہدات کی یکسانیت نے حیرت و استعجاب کی لہر چاروں طرف دوڑادی۔ چند سطور ہی پڑھی ہوئیں کہ از خود رفتگی طاری ہو گئی اپنے آپ میں نہ رہا اور بے اختیار گریہ جاری ہو گیا۔ آگے نہ پڑھ سکا، کتاب ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ غرض تمام رات روتا رہا۔ نہ کھانا کھایا نہ باہر نکلا۔ اگلے دن پھر جوں توں کر کے دفتر میں گذارا، شام کو مغرب کے بعد پھر کتاب کھولی۔ ایک ایک لائن پڑھتا اور روتا۔ عجیب و غریب ان ہونی، ان دیکھی۔ غیر مری کیفیات طاری ہوئیں اپنے آپ کو نہ زندہ محسوس کرتا نہ مردہ۔ چاروں طرف عالم حیرت محیط تھا۔ بڑی مشکل سے کئی گھنٹوں میں جا کر ایک صفحہ پڑھا۔ اس طرح مستقل سات دن تک گریہ اور بے خودی اور عالم حیرت طاری رہا اور سات دن میں کہیں جا کر مصنف کا مقدمہ ختم ہوا۔

اسی زمانے میں میری والدہ ماجدہ محترمہ الحاجہ عباسی بیگم صاحبہ دھلی آگئیں انھوں نے دو سال قبل انتہائی بے سرو سامانی کی حالت میں ضعیفی اور ناتوانی کے باوجود، بیکار و تنہا مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کی زیارت کی تھی اور فرضیہ حج ادا کیا تھا۔ اچانک روانہ ہوئی تھیں اور دوران سفر اور خانہ کعبہ میں ان کے ساتھ دو عجیب واقعات ہوئے تھے جن کو ان کی اجازت کے بغیر میں لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میں نے اوائل الخیرات کی ایک کاپی انھیں دیدی۔ وہ برسہا برس سے دلائل الخیرات پر عمل پیرا تھیں۔ انھوں نے فوراً ہی اوائل الخیرات کا ورد شروع کر دیا اور کوئی رکاوٹ محسوس نہ کی ان کے ذوق و شوق اور طبیعت کی قبولیت کو دیکھ کر مجھے بڑا اچھٹا ہوا۔ ایسے لگا جیسے وہ اس کتاب کے انتظار میں ہی تھیں اور اسے ہی لینے کے لئے دہائی بھی گئی ہیں۔

مدینہ مسجد شاہ گنج
حیدر آباد دکن

شوال ۱۳۸۷ھ / جنوری ۱۹۶۸ء

اس اثناء میں دہلی میں مجھے ڈاکٹریٹ کی سند مل گئی۔ میرے تمام ساتھیوں کو بھی مل گئی۔ سب نے یکے بعد دیگرے بڑے بڑے عہدے ڈھونڈ لئے اور ہندوستان کے مختلف مقامات کو روانہ ہو گئے۔ بہتوں نے کئی ہزار ڈالر ماہانہ کی نوکریاں امریکہ و کینیڈا کی یونیورسٹیوں میں حاصل کر لیں اور وہاں چلے گئے بعض نے کئی ہزار مارکس ماہانہ کے اسکالرشپ جرمنی کے سائنسی اداروں میں حاصل کر لئے اور روانہ ہو گئے، بعض کئی سو پونڈ کے مشاہروں پر انگلستان و فرانس پہنچ گئے، اسی طرح باقی ماندہ کئی ہزار روپے ماہانہ پر روس میں ماسکو و تاشقند وغیرہ پہنچ گئے۔ اور میرے لئے حالات کچھ ایسے پیدا ہوئے کہ ۱۳۸۵ھ میں مجھے حیدر آباد دکن آنا پڑا یہاں اوائل الخیرات پر تفصیلی نظر ڈالنے کا موقع نصیب ہوا۔ الغرض میں نے بیرونی ممالک میں اعلیٰ تعلیم کے لئے جانے کا خیال ترک کر دیا ہے۔ دہلی کی ملازمت سے بھی استعفا دے دیا ہے اور سکینڈینیجی حاصل کر لی ہے۔ اب اوائل الخیرات کی اشاعت دوبارہ کی جا رہی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے عوام و خواص کو ہدایت و رہنمائی نصیب ہو اور اس کے فیوض و برکات سے سب متمتع ہو سکیں۔ آمین۔

محمد افسر الحق دہلوی

خط کا تعارف

ڈاکٹر افسر الحق کے خط کی عکسی تصویر یہاں اگلے صفحہ پر اس لئے شائع کی گئی ہے کہ اس کا ”وائل الخیرات“ سے ایک حیرتناک تعلق ہے جسکے سمجھنے سے میری عقل ابھی تک قاصر ہے شاید صاحبِ دل و صاحبِ نظر اس گتھی کو سلجھا سکیں اور اس مسئلہ پر کچھ روشنی ڈال سکیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس خط کے آنے سے پہلے نہ میں افسر الحق صاحب کو جانتا تھا نہ وہ مجھے پہچانتے تھے خود خط کی عبارت بتاتی ہے کہ انھیں اس خط کے مجھ تک پہنچنے کا بھی یقین نہیں تھا۔ حیرتناک امر یہ ہے کہ ڈاکٹر افسر الحق صاحب کو میرا نام اور میرا پتہ کس طرح معلوم ہوا اور اس سے بڑھ کر تعجب انگیز بات یہ ہے کہ وائل الخیرات جس کو چھاپنے کا میں نے اپنی والدہ محترمہ اور عزیز نوجوان بھتیجے کی وفات کے بعد ارادہ کیا اور ان دونوں کے ایصالِ ثواب کے لئے چاہا کہ چہلم تک وہ چھپ جائے تاکہ چہلم میں آنے والوں کو تقسیم کی جاسکے۔ جلدی میں اس کتاب کی طباعت ہو چکی تھی لیکن اس کی سلوائی اور جلد بندی ابھی مکمل نہ ہو سکی تھی جس قدر اس کتاب کے شے تیار ہو سکے اس کے تقریباً سو سو نسخے چہلم میں احباب و اقارب میں تقسیم ہو گئے اور چہلم کے دوسرے روزیں دہلی ایک کیٹی میں شرکت کے لئے چلا گیا ابھی میں دہلی میں تھا کہ میرے نام دائرۃ المعارف کے پتہ پر میرے غیاب میں ڈاکٹر افسر الحق صاحب کا متنذرہ بلا خط وصول ہوتا ہے دو چار روز کے بعد میں جب دہلی سے واپس آتا ہوں تو یہ خط دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ آخر اس کتاب کا نام وائل الخیرات اور اس کے میری نگرانی میں طبع ہونے کا علم اور اس کے دائرۃ المعارف کے مطبع میں چھپنے کی اطلاع ایک دہلی میں رہنے والے ناواقف کار کو کیونکر ہو گئی جو ابھی طبع سے پوری طرح باہر بھی نہیں نکل سکی تھی۔ یہ تو حال تھا حیدرآباد میں اور دہلی میں ڈاکٹر افسر الحق صاحب پر کیا گزری اور کس چیز نے ان کو وائل الخیرات کے متعلق لکھنے پر آمادہ کیا اس حال کو ان کے خط کی عکسی تصویر میں پڑھئے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کو اہل اللہ کے فیوض و برکات سے مستفید فرمائے۔

والسلام علی خیر الانام

محمد عبد المعید خاں

۱۰۔ شوال ۱۳۸۷ھ / ۱۱۔ جنوری ۱۹۶۸ء

پروفیسر و صدر شعبہ عربی - جامعہ عثمانیہ

وناظم دائرۃ المعارف العثمانیہ

حیدرآباد دکن

Dated 30.3.1957

بناؤد محترم جناب ڈاکٹر محمد عبدالمعید خان صاحب - والسلام علیکم وعلیٰ اٰلہکم وعلیٰ ریحہم

محترم اہرم رسول مکرم: پیغمبر اعظم نبی اعظم حضرت محمد مصطفیٰ
احمد مجتبیٰ علی اللہ علیہ وسلم باروں برحق کی طرف سے براہِ اطلاع مجھ
ناچیز مکرمین ادنیٰ واسطیٰ وگنہگار کو ملی ہے کہ آپ نے ایک کتاب
موسومہ "ذوائن الخیرات" چھاپی ہے - جسے حکم ہوا ہے کہ وہ کتاب
آپ کے شاگردوں اور اُس پر عمل کرنے والوں - اگر آپ ارزادہ ہر بانی اس
کتاب کے دیکھنے کیلئے بھیجنے کیلئے فرمائیں تو براہِ شکر ہوں گا - اور اس
سلسلے میں جو بھی اجرت یا خرچ ہوگا وہ آپ کی اطلاع آنے پر فوراً آپ
کی خدمت میں روانہ کر دوں گا -

جلدی فرمائیے - اس کتاب کو دیکھنے کے لئے برحق اور اُس پر عمل کرنے کو
دل سنت بہ چین ہے - اللہ تعالیٰ جل جلالہ آپ کو جزائے کثیر دے -

آمین - خاکسار - اندر الحق

خدا کے رحم سے آپ کو ملے ہوئے ہر برکت پر عمل کرنا
جو الہی اور صحیح و سچ ہے اس پر عمل فرمائیں - مشکور ہوں گا -

B7 - AIR - MAIL



Dr. Mohd. Abdul Moide Khan
Secretary
Dairatal Ma'arif
(دارۃ المعارف)
HYDERABAD - 7
Andhra Pradesh